ایک حدیث

مصافحہ

سنن ابو داؤد میں سیدنا انس سے روایت ہے کہ:

لما جاء اهل اليمن قال النبي صلے الله عليه وسلم جاءكم اهل اليمن وهم اول من جاء بالمصافحة

جب اہل یمن آئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں اور مصافحے کا آغاز انہیں سے ہوا ہے (ریاض السنۃ ص ۲۴۲)

اس حدیث سے جو سب سے پہلی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ ہر اس چیز کو اسلامی کلچر میں داخل فرما لیتے تھے جو پسندیدہ ہو۔ ناگوار چیز خواہ اپنے خاندان میں ہو یا اپنے وطن میں آنحضرت اسے قبول نہیں فرماتے تھے اور مفید یا خوشگوار باتوں کو قبول فرما کر مسلم کلچر کا جزو بنا لیتے تھے خواہ وہ کہیں پائی جائیں۔ اور یہ محض مصافحے تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے بہت سے گوشوں میں آنحضرتؐ نے ایسا کیا ہے۔ پاجامہ عربی لباس نہ تھا لیکن حضورؐ نے تہمد سے زیادہ پاجامے کو پسند فرمایا اور وجہ یہ بتائی کہ لم اجد شيئًا استر منه یعنی مجھے اس سے زیادہ ستر پوش کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔ اسی طرح غزوۂ احزاب میں سلمانؓ فارسی کی رائے سے آنحضرتؐ نے مدینے کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا۔ یہ طریقۂ جنگ عرب میں رائج نہ تھا لیکن آنحضرتؐ نے یہ عجمی طریقہ بھی آزمایا۔ اسی طرح حجازی ثقافت میں مصافحے کا رواج نہ تھا۔ یہ سب سے پہلے اہل یمن یہاں لائے اور آنحضرتؐ نے اسے پسند فرمایا جس کے بعد یہ ایک اسلامی شعار بن گیا۔ اس حدیث میں جو "سنت" کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ: الحكمة ضالة المومن۔ حکمت مسلمان کی گمشدہ دولت ہے۔ جہاں بھی ملے اسے حاصل کر لینا چاہیے۔ پس یہ سمجھ لینا صحیح نہیں کہ جو کچھ حرمین یا حجاز یا عرب میں رائج ہو بس وہی حکمت ہے۔ باقی کہیں حکمت نہیں یا جو کچھ باہر ہے وہ سب کا سب خلافِ حکمت ہی ہے۔ حکمت کی باتیں کسی زمان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں۔ یہ عرب سے باہر اور خیر القرون سے قبل و بعد بھی ہو سکتی ہیں۔ اسلام کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ زمان و مکان کی قید سے باہر رہ کر وہ تمام حکمتوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔

بلاشبہ احادیث میں طب نبوی کا ایک باب ہے لیکن یہ سمجھ لینا صحیح نہیں کہ ساری طبی سنت اسی میں محصور ہے اور اس سے باہر جو بھی میڈیکل سائنس ہے وہ طب ہی نہیں یا اگر ہے تو خلاف سنت ہے۔ یہ

ایسا ہی ہے جیسے یہ کہنا کہ ریل پر چڑھنا بدعت ہے اور آم کھانا خلافِ سنت ہے۔ دراصل ہم لوگ اسلامی ثقافت اور عربی کلچر میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ہر اس چیز کو جو دراصل عربی کلچر سے تعلق رکھتی ہے اسلامی کلچر سمجھ لیتے ہیں اور وہ بھی اس طور پر کہ جو اس کلچر کے علاوہ ہے وہ خلافِ سنت اور بدعت ہے۔ درحقیقت ہر ملک کے مسلمانوں کی تہذیب عین اسلامی کلچر ہے بشرطیکہ وہ اسلامی روح کے خلاف نہ ہو۔ اسلامی ثقافت محض عربی ثقافت ہی نہیں۔ عربی ثقافت سے باہر کی ثقافتِ مسلمین کو بھی اسلامی ہی ثقافت میں داخل سمجھنا چاہیے۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ اسلامی مزاج کے خلاف نہ ہو۔

اس حدیث میں ایک اور لطیف نکتہ لفظی ساخت ہے۔ مصافحہ محض "شیک ہینڈ" (SHAKE HAND) نہیں بلکہ ایک ایماندارانہ جذبۂ دروں کی پرورش اور اس کا اظہار ہے۔ یوں سمجھیے کہ صلوٰۃ (نماز) محض پوجا پاٹ کی ایک رسم نہیں بلکہ یہ پوری اسلامی زندگی کا نمونۂ صغریٰ (EPITOM) ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نظم و ضبط، اخوت و مساوات، اطاعتِ امیر وغیرہ کا یہاں درس حاصل کیا جاتا ہے اسے مسجد سے باہر بھی ساری زندگی کے کاروبار پر پھیلا دینا چاہیے۔ اسی طرح کسی کو سلام کرنا محض ایک کورنش یا SALUTE نہیں بلکہ ایک بہت اعلیٰ جذبے کا اظہار ہے بشکل دعا۔ سلام کرنے والا جب السلام علیکم کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی کا جذبہ رکھتا ہوں، تمہاری ہر قسم کی سلامتی چاہتا ہوں اور بشکلِ دعا اس کا اظہار کر رہا ہوں۔" اگر یہ جذبۂ صادق موجود نہ ہو اور صرف الفاظ ہوں تو ایک رسم تو پوری ہو جائے گی لیکن معنوی حیثیت سے تحیت و سلام نہ ہوگا۔

بالکل یہی صورت مصافحے کی بھی سمجھنا چاہیے۔ اس لفظ کا مادّہ ہے صفح جس کے معنی ہیں درگزر کرنا۔ (فاصفح الصفح الجمیل)، تو گویا مصافحے کے اندر یہ معنوی حقیقت پوشیدہ ہے کہ جب دو آدمی اپنے ہاتھ ملاتے ہیں تو یہ محض ہاتھوں کا ملنا نہیں ہوتا بلکہ یہ اظہار ہے ایک جذبۂ دروں کا یعنی صفح و درگزر کے سچے جذبے نے دونوں کو قریب کر کے باہم ملا دیا ہے۔ اب دونوں نے گزشتہ قابلِ گلہ باتوں کو دل سے نکال دیا اور آئندہ ایک کو دوسرا کوئی شکایت کا موقع نہ دے گا اور اگر بہ تقاضائے بشریت کوئی ایسی بات ہو گئی تو دوسرا اس کا جواب دے کر قضیے کو بڑھانے کی بجائے اسی صفح سے کام لے گا۔

اس حقیقت کی تائید دو اور حدیثوں سے بھی ہوتی ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت براءؓ بن عازب کی زبانی یہ ایک ارشادِ نبوی نقل کیا ہے کہ:

ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان الا — جب بھی دو مسلمان باہم ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے

غفرلھما قبل ان یتفرقا۔　　　　　　　　　　سے پہلے تک کے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

کتنی سچی حقیقت ہے۔ جب دو مسلمان آپس میں ملیں گے اور صحیح "جذبۂ صفح" کے ساتھ مصافحہ کریں گے تو اس سے بڑی اور کون سی نیکی ہوسکتی ہے؟ یہی جذبہ تو ان کے گزشتہ گناہوں کو دھو دیتا ہے بلکہ اس وقت تک دھوتا رہتا ہے جب تک ان میں پھر تفریق و جدائی نہ پیدا ہوجائے۔ یہ تفریق اس وقت ہوتی ہے جب صفح و درگزر کا جذبہ نہ رہے اور ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو دل میں لیے بیٹھے رہیں اور گلوں شکوں کا لاوا اندر ہی اندر پکتا رہے۔ ہمارے ہاں تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ جہاں شیک ہینڈ کرکے زور زور سے دو چار جھٹکے دیے اور گناہ تڑ تڑ جھڑنے شروع ہوگئے۔ گویا گناہ ریت کی ایک بہت ہی کمزور تھیلی ہے۔ جہاں دو جھٹکے دیے اور اس تھیلی میں سوراخ ہوگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ساری ریت نیچے آرہی۔ اور لطف یہ ہے کہ ہم نے گناہ تو کیا ہے زید کا اور ہاتھ ملا رہے ہیں خالد سے اور توقع یہ ہے کہ خالد کے ہاتھ کو پکڑ کر ہلا دینے سے ہمارے وہ گناہ بھی جھڑ جائیں گے جو ہم نے زید کے حق میں کیے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس کا گناہ کیا گیا ہے اسی سے اس طرح ملنا چاہیے کہ اس کے دل کا غبار نکل جائے اور اس کے اندر جذبۂ صفح پیدا ہوجائے۔ اگر اس طرح ہاتھوں کو ہلا ہلا کر جھٹکے دینے سے گناہ معاف ہوجایا کریں تو اور کیا چاہیے؟ اور گناہ جھاڑنے کا اس سے زیادہ آسان طریقہ ہی اور کیا ہوسکتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ گناہوں کو معاف کرانے والی چیز محض ہاتھوں کی جنبش نہیں بلکہ وہ صادق جذبۂ دروں اور نیت صفح و درگزر ہے جس کے اظہار کے لیے ہاتھ ملانا صرف ایک علامتی نشان ہے۔ اس سلسلے کی ایک دوسری کڑی وہ ارشادِ نبوی ہے جو مالک نے عطا خراسانی سے یوں نقل کیا ہے:

تصافحوا یذھب الغل　. . . . . . .　مصافحہ کیا کرو تو باہمی رنجشیں دور ہوجائیں گی۔

ظاہر ہے کہ جب تک جذبۂ صفح و درگزر نہ ہو باہمی رنجشیں دور نہیں ہوسکتیں۔ اگر اس جذبے کے بغیر ہی دو مختلف ہاتھ ملیں تو یہ منافقانہ ملاپ باہمی رنجشوں کو دور نہیں کرسکتا۔ رنجشیں صرف اس وقت دور ہوتی ہیں جب دو ہاتھ درگزر اور صفح کے جذبے کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف بڑھیں۔ مختصر یہ ہے کہ جس طرح السلام علیکم کہنا ایک خواہش سلامتی کے لیے لفظی علامت ہے اسی طرح مصافحہ صفح و درگزر کے جذبے کا عملی نشان ہے۔ محض شیک ہینڈ نہیں۔ اور اس حقیقت کا مرکز خود اس لفظ مصافحہ کے مادے (صفح) میں موجود ہے۔ اسلامی مصطلحات کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ اس کی معنویت خود لفظ کے اندر موجود ہوتی ہے۔

(محمد جعفر)